

پی ٹی وی کے اردو ڈراموں میں عورتوں کے سماجی مسائل

Saima Niaz

Scholar PhD Urdu, NUML, Islamabad.

Reflection of the Social Problems of Women in Urdu Drama's of PTV

Society is composed of social interactions and social shadings. Defining society is a difficult thing, but today, the Sociology is referred as the mother of all sciences. In the social perspective, if we study the social status of woman, she meets the very discrimination in this man-dominant society. Most of the families treat woman in very cruel way and we find a clear-cut discrimination. In most of the areas in Pakistan, most of the women not only work at houses but they also work in the fields which has made their job very highly injurious. Although, this society cannot exist without woman, yet their social status is very low and she is victim to very critical imbalance in her rights. This study reveals what reflection has been realized in the Long Drama Serials of PTV. It aims to scratch the mentioned roles of women and their difficult lives on the other hand. Woman is often victimized in domestic violence, her rights are mostly denied in our Pakistani society. Urdu Literature has been in rising slogans for the liberty of woman from the peters of injustice and cruelty. Beside victimization and violence, her sexual abuses and harassments are at peak in this cruel society.

Key Words: *Social Status of Women, Discrimination, Domestic Violence, Injustice, Critical imBalance, Sexual Abuses.*

سماج یا معاشرہ کے ایک لفظی معنی آپس میں مل جل کر زندگی کرنا، اوقات بسر کرنا اور کسی کے ہم راہ اکٹھا رہنا ہے۔ لفظی مفہوم میں یہ کلمہ جتنا سادہ ہے اتنا ہی اصلاحی معنوں میں پیچیدہ اور مشکل ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اصطلاحاتی الجھاؤ میں انسان نہیں پڑا تھا۔ آج معاشریات ایک وسیع علم ہی نہیں بلکہ جتنے بھی عمرانی علوم ہیں ان سب کا سرچشمہ ہے۔ دوسری سماجی علوم کی طرح معاشرہ کی بھی کوئی ایسی تعریف مشکل ہے جس پر تمام ماہرین عمرانیات کا اتفاق ہو۔ وسیع تر مفہوم میں معاشرہ یا سماج انسانوں کے بنائے ہوئے ایک ایسے گروہ پر محیط ہے جو کافی حد تک اچھی اور منظم زندگی گزارتے ہوں۔ معاشرے کو عام زبان میں سوسائٹی کہتے ہیں۔ اپنے محدود مفہوم میں یہ لفظ بعض مخصوص مقاصد کے حصول

کے تحت کسی تنظیم کے لیے شعوری طور پر استعمال ہوتا ہے۔ تشریحی لحاظ سے اس کے پیش نظر زندگی کی لاتعداد ضرورتوں کا پورا کرنا ہے۔

عورت کا سماجی صورت حال کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک محکوم حیثیت سے عورت اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ اس معاشرے میں مرد ہی عورت پر اولین دنوں سے تمام فیصلوں پر حاوی ہوتا ہے۔ صحت کی سہولتوں کا انتخاب، تعلیم، نوکری، شادی حتیٰ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں آخری فیصلہ مرد کا ہی ہوتا ہے۔ پاکستانی عورت کی زندگی میں مرد ہی مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

مردوں کے اس بنائے گئے معاشرے میں لڑکیوں سے بچپن ہی سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ لڑکوں کے مقابلے میں کم توجہ دینا، کم کھانا اور دیگر بنیادی سہولتیں نہ دینے کا رجحان عام ہے۔ آبادی میں شرح زیادہ ہونے کی وجہ سے پاکستانی عورتیں ایک بڑے کنبے کی ذمہ داری اٹھاتی ہیں۔ اوسطاً سات یا آٹھ بچے شادی شدہ عورت پالتی ہیں۔ اپنے شوہر یا سسرال کی مخالفت کے ڈر سے زیادہ تزدیہاتی عورتیں خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں سے گریز کرتی ہیں۔

بچوں کی دیکھ بھال، جانوروں کی نگہداشت، گھر کی صفائی، دھلائی، کھانا پکانا اور دیگر کام عورتوں کے سپرد ہوتا ہے۔ عورتوں کے ان کاموں کے علاوہ دیہی معاشرے میں عورتیں کھیتوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام میں لگی رہتی ہیں۔ ان سب کے باوجود عورت کو کوئی اچھی سماجی حیثیت حاصل نہیں۔ ہمارے معاشرے میں عورت صحت و تعلیم کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ صدیوں پرانے کلچر سے پاکستانی عورت آج بھی پیوستہ ہے۔ عورت کی تعلیم اور آزادی کو اس کلچر میں ناگوار سمجھا جاتا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں خواتین ہر شعبے میں نمایاں نظر آتی ہیں مگر جن علاقوں میں زیادہ آبادی رہائش پذیر ہے وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو چونکہ کمانا نہیں ہوتا اس لیے انھیں ایسے مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے جو گھریلو کام کاج اور امور خانہ داری سے متعلق ہوں۔ انہیں زیادہ علم و تربیت دینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی۔ معاشی جبر کے ساتھ عورت سماجی نا انصافیوں کا بھی شکار ہے۔ یورپ میں صدیوں تک عورت محکوم رہی۔ مذہبی طور پر شادی کو مسیحیت میں مقدس مان کر صرف ایک بیوی رکھنے کی پابندی عائد کی گئی۔ اس وجہ سے خواتین کی سماجی حیثیت میں بہتری آئی لیکن یہی عیسائی مذہب کا پرچار کرنے والے عورتوں کے سراسر خلاف بھی تھے۔ عورتوں کا وراثت میں قانوناً کوئی حصہ نہیں تھا۔ عدالت میں جانا ان کے لیے کسی گناہ سے کم نہ تھا۔ خاوند کی تشدد کے خلاف قانونی تحفظ کہیں بھی حاصل نہ تھا۔ اعلیٰ خاندان کی عورتوں نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں آزادی سے مشاغل اپنائے۔ مجلسی آداب کو انھوں نے خوب نکھارا۔ نسوانی تزئین و آرائش، لباس، زیور، خوشبو سبھی کچھ ان کی دسترس میں تھے۔ یورپ میں آج بھی وہی مجلسی آداب و اطوار رائج ہیں جو اس زمانے میں تھے۔ یہ طریقے انھوں نے جلسے جلوس نکال کر نہیں بلکہ اپنی ذہانت اور نفاست کے ایما پر حاصل کیے۔ اس اخلاقی پستی کے دور میں دھوکہ دہی، قمار بازی، رشوت خوری اور دوسری برائیاں روز بہ روز بڑھتی گئی مگر کوئی فرق نہ آیا۔

"سولہویں صدی عیسوی تمام دنیا میں غیر معمولی قابلیت کے لوگوں کا زمانہ تھا۔ انگلستان میں ملکہ ایلزبتھ اول اور شکسپیر اور ہندوستان میں اکبر اعظم، ترکی میں سلیمان اعظم بادشاہوں، سیاست دانوں، ادیبوں کی ایک مرغوب کرنے والی فہرست سامنے آتی ہے لیکن تضاد دیکھئے کہ انگلستان میں ملکہ ایلزبتھ کی ہوش مندی اور صلاحیت کا ہر شخص قائل تھا لیکن عورتوں کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت تک نہ تھی۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں نئے کالج قائم ہوئے۔ ملکہ ایلزبتھ آکسفورڈ اور کیمبرج گئیں اور استادوں اور طلبہ سے خطاب کیا، لیکن کوئی کالج یا سکول لڑکیوں کے لیے قائم نہ ہوا۔"^(۱)

یہ وہ دور تھا جب سائنسی مزاج اور معقولیت کا غلبہ تھا مگر اس میں بھی عورت کی محکومیت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شوخ و چنچل، خوش باش اور خوش گفتار عورتوں سے ملکہ ایلزبتھ کا دربار ہر وقت بھرا ہوا ہوتا تھا۔ تمام عورتیں جو دربار میں رہتی تھیں بڑے لوگوں، امراء اور روساء کی بیٹیاں تھیں۔ ان درباری خواتین کے علاوہ تمام عورتیں اپنے خاوند کی خدمت اور امور خانہ داری میں مصروف رہتی تھیں۔ اس زمانے میں فرانس جو تہذیب و تمدن کا گوارہ سمجھا جاتا تھا، میں بھی عام عورت کی حیثیت انگلستان کے عورت جیسے ہی تھی۔ سپین میں اس وقت بادشاہت عروج پر تھی۔ گھر کی چار دیواری میں شریف عورتیں بند رہتی۔ مرد کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا کھانا گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ ڈولی میں سوار ہو کر یہ عورتیں باہر جاتیں۔ ان ممالک کے مقابلے میں ہالینڈ کی حالت اس وقت کچھ مختلف تھی۔ یہاں تعلیم کا معیار بلند، موسیقی اور پھولوں سے عشق، صاف ستھرا ماحول اور تحریر و تقریر کی کھلی آزادی تھی افتخار شیر دانی کہتے ہیں۔

"مشہور فلسفی ڈیکارٹ کا بیان تھا کہ دنیا کا کوئی بھی دوسرا ملک آزادی اور محفوظ شہری ماحول، جرائم کی کمی اور آداب کی شانستگی میں ہالینڈ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس ماحول میں عورتیں آزاد تھیں، تعلیم میں مصروف تھیں اور ہنرمند بیویاں اور اور مانیں تھیں۔"^(۲)

مردوں نے ہمیشہ عورت کو اپنی ظلم و جبر اور تعصب کا نشانہ بنایا۔ مردوں نے خود عورتوں کے حقوق و فرائض کے دائرے بڑے بڑے تعصبانہ انداز فکر سے متعین کر دیئے۔ ساجد علی لکھتے ہیں۔

"عورتوں اور مردوں کے جداگانہ دائرہ کار کا تصور فطرت کے کسی قانون پر مبنی نہیں بلکہ معاشرتی رسم و رواج اور عادات کا نتیجہ ہے۔"^(۳)

مرد اور عورت ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے اگر ان میں کوئی بھی اپنی ذمہ داری سے دست بردار ہو جائے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ فطرت و معاشرت کے خلاف ہے کہ مرد کو ہی اہم، برتر و عقل کل سمجھا جائے۔ بانوقدسیہ تحریر کرتی ہے۔

"مرد اپنی الجھنوں کو عورت کی اعانت کے بغیر سلجھا نہیں سکتا کیوں کہ روپے کے چاہے دوڑخ ہو، روپیہ

ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ یہ جب بھی Devalue ہوتا ہے تو اس کے دونوں رخ ایک وقت میں بے حیثیت ہو جاتے ہیں۔" (۴)

اگر ہم عورت کو صرف اکتساب لذت کا ذریعہ، مرد کے جذبہ شہوانیت کی تسکین اور بچے پیدا کرنے والی ایک مشین سمجھ لے تو معاشرے میں ہر سبوتا پیدا ہو جائے گا۔ عورت قوموں کی تہذیب و تمدن کے عروج و زوال میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے وجود و حیثیت سے انکار بے جا، نامناسب و غیر منصفانہ ہو گا۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر چیز کی تخلیق کا ایک مقصد ہوتا ہے اور اسی طرح محرک، بنیاد، وجود، کردار، مرام اور نتیجے کا ایک اخلاقی، فلسفیانہ اور ادبی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اب اسی رشتے کو ابدی قرار دیا جاتا ہے جن کا جوڑا احترام آدمیت اور مساوات انسانیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کائنات بھر میں جہاں اور مخلوقات کو فرائض اور سلوک کی وجہ سے مختلف درجات حاصل ہیں وہاں عورت کو سب گھر، چار دیواری، ماحول اور ریاست کے لیے معتبر اور مقدس کردار مانتے ہیں۔ یہ عورت وہ مایہ ہے جس سے اندھیر وادیوں، تاریک راستوں اور سیاہ منزلوں کو روشن تر بنایا جاسکتا ہے۔ اس کردار کو اس لحاظ سے مایا بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے واسطے سراپوں اور گمشدہ کہانیوں اور داستانوں کو حقیقی اور دائمی شکلوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

عورت کسی بھی سماج کا وہ ازلی کردار ہوتا ہے جس سے انہونی کو ہونی اور ناممکن کو ممکن صورت میں مطالعہ اور مشاہدہ کرنا نہایت آسان ہوتا ہے۔ مشکلات، مصائب اور تکالیف کو برداشت کرنا اور ان کو اپنی ذات میں چھپا کر کم و تنہم، خوشی و دل فریبی اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنا اسی عورت کا کام مانا جاتا ہے۔ اس عورت کو ایک طرف گھر، خاندان، نسل، معاشرے، کنبے اور زندگی کا فعال حصہ تسلیم کیا جاتا ہے تو دوسری طرف اس کو پورا گھر اور مکمل سماج بھی کہا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ جس شے، جسم، نام اور حیثیت سے کسی بھی ابتداء ترقی اور تشکیل کی باقاعدہ شروعات ہوتی ہے اسی پر تکمیل اور کاملیت کا سفر بھی اختتام پذیر ہوتا ہے اگر واقعی اس قاعدے یا اصول کو قطعی یا تاکیدی مانا جاتا ہے تو پہلا نام بھی عورت کا ظاہر ہوتا ہے اور آخری مرتبہ بھی اسی عورت کو دیا جاتا ہے۔ الغرض ایک عورت ذاتی اور انفرادی طور پر بھی ایک دائمی جہاں کے برابر ہوتی ہے اور کل و اجتماعی لحاظ سے بھی امر کہلاتی ہے۔ اسی طرح چاہے کوئی بھی جمود، حرکت، رجحان، تحریک، نظریے یا عقیدے کا مسئلہ ہو تو روز اول ہی سے عورت کو بنیادی کردار سے یاد کیا جاتا ہے۔

اب اگر ادب ایک جانب رکھ رکھاؤ، احترام، تکریم اور عزت سے پیوستہ ایک حقیقت کا نام ہے تو ساتھ ساتھ احساسات، جذبات، رجحانات، میلانات، خیالات اور فکریات کو ظہور دینے اور ان کو باقاعدہ طور پر ایک تخلیقی صورت عطا کرنے والی ان مٹ سچائی بھی ہے۔ اگر کسی بھی جگہ یا ذہن سے اسی کو باہر کیا جائے یا اس کو غیر ضروری مان کر دور رکھا جائے تو واقعی ایسا عمل کسی بھی حساس اور ذمہ دار سماج اور اس سے بڑھ کر انسان و انسانیت کے حق میں نہیں ہے۔ گذشتہ عصر، زمانہ، حال اور مستقبل کے حالات پر رائے دینا ہو، گنج اصل کشید کرنا ہو، اصل نقل میں لکیریں کھینچنا ہو، عارضی و ابدی میں امتیاز کرنا ہو اور انسانیت و حیوانیت کی نشاندہی کرنی ہو تو زیادہ تر ادب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح عورت کے بغیر کوئی بھی چار دیواری اور بستی صحیح معنوں میں ترقی اور خوشحالی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی اسی طرح ادب کو چھوڑ کر بھی آدم

مکمل طور پر اپنی معراج کو پانہیں سکتا۔ اگر عورت کو جاننا ہو تو ادب کا مخصوص مطالعہ ضروری ہوتا ہے، دوسری طرف عورت کو پل پل جس طرح جینا ہوتا ہے اور دشوار ترین مراحل اور آزمائشوں سے گزر کر قرار واقعی کے لیے تگ و دو کرتی ہے تو ادب ہی وہ مایہ ہے جو اس ایثار پرست یا جاوداں کردار کو معطلی مقام سے فیض یاب کر سکتی ہے۔ عورت اور ادب کا تعلق اور وصال ایک اٹل سچائی ہے۔ ان دونوں کے ساتھ سے وہ حالات بھی آشکارہ ہوئے ہیں جن سے اُبڑے دیاروں اور آباد گھروں کا پہیہ چلتا ہے۔ ان دونوں کا جوڑ اُن مراحل اور اقدامات کا ظاہر ہونا بھی ہے جن سے کبھی کبھار آدم و حشت کا شکار ہوتا ہے اور بعض اوقات یہی انسان اشرف المخلوقات کا درجہ پالیتا ہے۔ ایک کردار کے پاس جتنے کم یا پوشیدہ خزانے ہوتے ہیں تو دوسرا کردار یعنی ادب اُن کو ظہور دیتا ہے اور یوں جہاں اُنکی اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو لوگ سر اٹھا کر یہی فریضہ سر انجام دیتے ہیں اور جہاں تک خاک اور خون کو چنگاریوں اور شکلوں میں بدلنا لازمی ہوتا ہے تو وہاں پر عملی امور بھی ملاحظہ ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عورت کو مستحکم اور اکمل مقام و مرتبہ دلانے میں ادب کی مثال جلا کی ہوتی ہے اور ادب کو دائمی شکل اختیار کرنے یا دینے میں عورت واقعی مایا سے کم نہیں ہوتی اور ان دونوں کا سنگم اور سنگت وقت اور تمام تر حالات، حادثات، ارشادات، تخلیقات، تحقیقات، نتائج اور سفارشات سے حق و سچ ثابت ہے۔ عالمی ادب کا ایک اہم موضوع عورت ہے۔ عورت کے مسائل اور عورت کے خلاف امتیازی رویہ مشرق اور مغرب دونوں میں نظر آتا ہے۔ پاکستانی عورت کے بہت سارے مسائل اور مطالبات وہی ہیں جو دنیا کے باقی عورتوں کو درپیش ہیں۔ مغرب کی عورت تعلیم، صحت اور کام کے مساوی مواقع حاصل کر چکی ہے جب کہ ان حقوق کے حصول سے پاکستانی عورت آج بھی محروم ہے۔ اپنے حقوق کے حصول میں عورت کو جو رکاوٹیں اور مشکلات درپیش ہیں اُن کا تعلق مرد کی سوچ اور نظریات سے ہے۔ مرد عورت کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور عورت کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے زندگی کے کسی میدان میں برابر حقوق کا حامل وجود ماننے سے انکاری ہے۔ عورت جس کو سماج، ادب اور تنقید و تحقیق کے پس منظر میں ایک بنیادی کردار مانا جاتا ہے اسی طرح فن و عمل کے لحاظ سے بھی معتبر مرتبے پر فائز نظر آتی ہے اور اس کو ذہنی، جسمانی اور روحانی طور پر جس طرح مختلف مسائل کا سامنا رہا ہے اُن کو حقیقت جان کر برائے اصلاح دکھایا گیا ہے۔ عام آدمی سے لے کر ایوان اقتدار میں بیٹھے اشرافیہ تک عورت کو جس طرح پستی اور بد حالی میں مزے سے قابل احترام ملاحظہ کیا جاتا ہے وہ ایک تلخ سچائی ہے۔ ویسے تو تحریکوں کی برکت سے عورتوں کے جلی و خفی مسائل کو وجود ملا ہے مگر پاکستان ٹیلی وژن وہ واحد ادارہ ہے جس نے طویل دورانیے کے اردو ڈراموں میں خواتین سے منسوب چھوٹے بڑے، سماجی، معاشی، بنیادی، امتیازی، اخلاقی، تعلیمی، روایتی، مقامی، قومی، فکری، بدنی، روحانی اور کرداری وغیرہ مسائل کو بہترین انداز میں ظاہر کیا ہے۔

ٹیلی وژن کے اردو ڈراموں میں ایک بڑا نام منو بھائی کا ہے۔ ڈرامے "دروازہ" میں اس نے دو مرکزی کردار سلطان اور زرینہ کے ذریعے شہری اور دیہاتی زندگی کے آئینے میں مال دولت، جاگیر داری، ظاہری محبت، بغیر مشاورت کی شادی، گھر سے بغاوت، والدین کے کردار، جذباتی پن، گھر سے بھاگنا، دھوکہ دہی اور طلاق جیسے مسائل کے ہاتھوں عورت کی اندوہ ناک زندگی کو سامنے رکھا ہے۔ مصنف نے اس سلسلے میں عورت کو نہایت قیمتی بتایا ہے کہ یہ مرد کو زندگی دیتی ہے،

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ ہر دور میں کائنات سے لے کر گھر و گھرانے تک عورت کو ایک خاص نکریم حاصل رہی ہے۔ چاہے ایک عورت ذات کے حوالے سے زیر مطالعہ ہو، سماج میں کردار کے ضمن سے زیر نظر ہو یا ادب میں نام و مقام کے اعتبار سے زیر غور ہو، تو ہر انفرادی و اجتماعی اظہار خیال میں وہ مرکزی گردانی جاتی ہے۔ بد قسمتی سے بعض معاشروں اور حالتوں میں اسی عورت کو کاغذی اور وقتی قابل احترام ہستی تو تسلیم کیا جاتا ہے مگر دائمی اور ابدی لحاظ سے اس کو وہ عزت اور محبت حاصل نہیں ہوتی جس کی یہ قدرتی، پیدائشی، بنیادی، اخلاقی اور قانونی طور پر حق دار ہے۔

پاکستان ٹیلی وژن ایک ایسا قومی ادارہ ہے جس کے طویل دورانیے کے اردو ڈراموں میں خواتین کے حوالے سے چھوٹے بڑے مسائل کی بے مثال عکاسی کی گئی ہے۔ ماضی تا حال زیادہ تر کھیلوں اور ڈراموں میں خواتین سے متعلق تعلیم، غربت، جاہلیت، بے روزگاری، علاج معالجہ، محبت، شادی، جہیز، پردے، امتیازی سلوک، اظہار رائے، نوکری، رشتے، تشدد، اولاد، خاندانی روایت، دشمنی، جاگیر، جائیداد، وراثت اور استحصال وغیرہ کو خوب دکھایا گیا ہے۔

متفرق ادیبوں اور قلم کاروں نے مختلف زاویوں اور ذریعوں سے عورتوں کو درپیش مسائل کی نشاندہی کی ہے اور یہ نتائج اخذ کی ہیں کہ عورت جس روپ اور کردار میں ہو تو اس کو مقدس و مقدم خیال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بے شک بعض اوقات کمی بیشی اور مد و جذر موجود ہوتا ہے اور اصلاح و فلاح کا مرحلہ بھی ایک حقیقت ہے مگر زیادہ تر عورت کو نفرت و حقارت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تماشہ ہر گز نہیں ہے اور نہ کوئی ڈمی یا اضطرابی وجود ہے کہ جب چاہے اس کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرو اور وقت گزرنے کے بعد جہاں چاہو، چھینک دو۔

بس یہ فقید المثال ہستی ہے جس کے ہونے سے کائنات بھر میں اور دنیا کے گوشے گوشے میں خوشیوں اور خوشبوؤں کے رنگ عام ہیں اور انسان و انسانیت کی بقا کو حقیقی جان کر عورت کو تمام بنیادی اور قانونی حقوق عطا کرنے، اس کو درپیش مسائل بروقت حل کرنے اور ختم کرنے کی طرف ٹھوس اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ وہ تمام تر آئینی احکامات اور قانونی ارشادات کو عملی جامہ پہنانے کی بھی واقعی ضرورت ہے جن کے تحت عورت کو ہر قسم کی قدرتی، سماجی اور اخلاقی آزادی ملی ہوئی ہے اور جن پر عمل کر کے عورت کے ظاہری و باطنی اور انفرادی و اجتماعی مسائل کو بہترین انداز سے حل کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ افتخار شیر وانی، عورتوں کی محکومیت، فیروز سنز لاہور، بار اول، ۱۹۹۳ء، ص ۹
- ۲۔ ایضاً، ص ۹
- ۳۔ لیلیٰ احمد، عورت جنسی تفریق اور اسلام، (مترجم) خلیل احمد، مشعل لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۸
- ۴۔ بانو قدسیہ، حوا کے نام، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۵
- ۵۔ سلمان بھٹی محمد، پاکستان ٹیلی وژن ڈراموں میں سماجی حقیقتیں، مجلس لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۷

www.youtube.ptvlongplays.com -۶

بانو قدسیہ، فٹ پاتھ کی گھاس، فیروز اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۹ء ص ۵۸، ۵۷ -۷

References in Roman Script

1. Iftikhar Sherwani, Aurto ki mahkomiya, Feroz Sons Lahore, Bar e Awal, 1993, Page 9.
2. Ibid
3. Laila Ahmed, Aurat Jinsi Tafreeq aur Islam (Mutarjam) Khalil Ahmed, Mashal Lahore, 1995, Page 8
4. Bano Qudsiya, Hawa k Nam, Sang meel Publications, Lahore, 2007, Page 5
5. Suleman Bhatti Muhammad, Pakistan Television Dramo mian Samaji Haqwwqatain, Majlis Lahore, 1984, Page 7
6. www.youtube.ptvlongplays.com
7. Bano Qudsiya, Foot Path Ki Ghas, Feroz and Sons, Lahore, 1989, Page 57, 58.